درسِ قرآن کریم

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[مؤرخہ ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ کو جامع مسجد صدیق اکبر، ڈیرہ غازی خان میں درس قرآن کی افتتاحی تقریب منعقد کی گئی، اس تقریب سے حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے خطاب فرمایا، حضرت کا یہ خطاب افادہ عام کی غرض سے نذرِ قارئین ہے۔ ادارہ]

الحمد لله و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ

امابعد......! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

﴿الحمدلله رب العلمین ٥ الرحمن الرحیم ٥ملك یوم الدین ٥ایاك نعبدواوإیاك نستعین ٥ اهدنا الصراط المستقیم ٥صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولاالضالین ٥﴾

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علیٰ ذلك لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العلمین

اللہ نے دو قرآن اتارے ہیں، ایک یہ اوراق، سورتوں، آیتوں اور رکوع کی شکل میں جسے ہم نماز میں اور نماز کے علاوہ پڑھتے ہیں جو کاغذوں پر لکھا بھی جاتا ہے جس کے نسخے موجود ہیں، جو ''بسم اللہ'' کی ''ب'' سے ''والناس'' کی ''س'' تک لکھا ہوا ہے، جو اوراق کی شکل میں ہے اور ایک قرآن وہ ہے جو اللہ نے حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں اتارا ہے۔ ایک خاموش قرآن ہے اور ایک بولتا قرآن ہے۔ ایک قرآن علم کا مرکز ہے اور دوسرا قرآن وہ علم وعمل کا جامع ہے۔

گفته او گفته الله بود گرچه از حلقوم عبدالله بود

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ فقہا نے کہا، ائمہ مجتہدین نے ارشاد فرمایا، امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ نے امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ نے امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ نے امام ابوداوٗدؒ نے جو کچھ ائمہ نے کہا، فقہا نے کہا، مجتہدین نے کہا، یہ سب کچھ شرح ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث یہ سارے کی ساری شرح ہے قرآن کریم کی۔ قرآن، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متن ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقہ اسلامی کا متن۔

میں برطانیہ گیا، وہاں میں نے دیکھا کہ بوڑھے فارغ ہیں۔ بوڑھے وہاں ریٹائرڈ ہوجاتے ہیں۔ باقاعدہ وہاں بوڑھے خانے موجود ہیں۔ ان بیچاروں کے پاس وقت نہیں گزرتا تو پھر انسان فرصت میں غیبت چغلیاں شروع کر دیتا ہے یا سوکر وقت گزار دیتا ہے، تو میں نے وہاں کے بوڑھوں سے کہا کہ تم قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دو۔ اگر تمہاری موت پہلے آگئی تو اللہ فرشتے مقرر کرے گا، قبر میں وہ تمہارا قرآن مکمل کرادیں گے۔ اور تمہارا نام قرآن کے حافظوں میں لکھا آجائے گا اور حافظوں کی فہرست جو ہے اس میں سب سے اوپر اللہ تعالیٰ کا اپنا نام لکھا ہوا ہے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہے۔ تم اپنا وقت ضائع مت کرو، دکان پر تم نہیں جاتے۔ ملازمت تم نہیں کرتے، دفتر نہیں جاتے، فارغ ہوگئے ہو، بچوں نے کاروبار سنبھال لیا تو تم اپنی زندگی کے آخری لمحات کو قیمتی بناؤ۔ مسجد میں جاتے ہو، ذرا پہلے چلے جایا کرو، وہاں کے استاذ سے قرآن حفظ کرنا شروع کر دو۔ اگر تمہارا قرآن مکمل نہ بھی ہوا تو تمہارا شمار حافظوں میں ہوجائے گا۔ میں اس کے بعد گیا تو مجھے کئی بوڑھے ملے، انہوں نے کہا: آپ نے مشورہ دیا، ہم نے الحمدللہ قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا، کسی نے کہا، میرے پانچ پارے ہوگئے ہیں، کسی نے کہا، دس ہوگئے ہیں، کسی نے کہا، پندرہ ہوگئے ہیں، کسی نے کہا، بیس ہوگئے ہیں۔ ایک دو نے تو کہا کہ ہم نے پورا قرآن حفظ کرلیا۔ میں نے کہا: تمہارا بڑھاپا تو کام آگیا ہے، تو آپ حضرات بچے ہوں، جوان ہوں، بوڑھے ہوں، سب ارادہ اور نیت کرلیں کہ ہم قرآن کریم کے طالب علم بن رہے ہیں۔ بعد میں آپ ارادے اور ہمت کر کے آئیں۔ یہ کم مصروف لوگ نہیں تھے، جنہوں نے سالہا سال، بارہ سال معمولی بات نہیں ہے۔ بارہ سال جنہوں نے وقت دیا ہے۔ مصروف ترین لوگ ہیں، لیکن جب انسان ارادہ کرلیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے راستے بھی بنا دیتا ہے، تو آپ حضرات بھی ارادہ کرلیں اور آج سے چونکہ درس قرآن کا آغاز ہو رہا ہے تو آج تو ہم سب طالب علم دوبارہ بن جائیں اور اگر کوئی پہلی بار آرہا ہے تو نیت کرلے کم از کم آج کے درس میں یہ نیت کر کے بیٹھو کہ ہم قرآن کے طالب علم قرآن کا درس سمجھنے آئے ہیں تو آپ کا نام آج سے ہی لکھا جائے گا درس قرآن کے طلبہ میں۔

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ قرآن کریم صرف ایک کتاب ہی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا

کلام بھی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بول ہے، یاد رکھنا تورات، انجیل، زبور کتابیں ہیں، وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو کوہِ طور پر انہیں تختیوں اور اوراق پر لکھی ہوئی تورات وہاں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بولا نہیں ہے۔ وہ کتابت پہلے ہے موسیٰ علیہ السلام کی زبان اور پیغمبر کی زبان سے یہ بول بعد میں ادا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دل پر اللہ نے بائبل (BIBLE) انجیل اتار دی ہے، وہ اللہ کا بول نہیں ہے، لیکن قرآن کریم اللہ کا بول پہلے ہے، اللہ کا کلام ہے اور بعد میں اس کو لکھا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا، زبانی پڑھ رہے ہیں، اللہ کی طرف سے پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں: ﴿لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه﴾ اللہ نے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ میرے محبوب آپ جلدی جلدی نہ پڑھیں اور پریشان نہ ہوں، آپ صرف سنیں اور اس کے بعد ہم آپ کی زبان سے پڑھوائیں گے قرآن، قرآن پہلے ہے، کتاب بعد میں ہے، قرآن، اللہ کا کلام اور اللہ کا بول پہلے ہے اور اس نے کتابت اور کتاب کی شکل بعد میں اختیار کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بول ہے اور میرے بھائیو! وہ کتنی خوش نصیب زبان ہے اور کتنا خوش نصیب انسان ہے وہ جس کی زبان پر اللہ کا بول آئے، جس کی زبان پر اللہ کا کلام آئے، خالق کا کلام آئے۔ ایک بڑی بہت پیاری بات ایک عالم نے لکھی، یاد آ گئی، میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں فرماتے ہیں: یہ قرآن بندے کو رب سے ملاتا ہے۔ کیوں؟ جب آپ قرآن پڑھیں گے تو آپ بتائیے آپ کی زبان پر کس کا کلام آیا؟ سارے کہو: خالق کا کلام، اللہ تعالیٰ کا کلام، رب کا کلام۔ جب رب کا کلام آپ کی زبان پر آئے گا تو آپ کا کنکشن، آپ کا جوڑ اللہ سے ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ کیونکہ کلام جس کا ہے اس سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم جوڑتا ہے مخلوق کو خالق سے، قرآن جوڑتا ہے بندے کو اپنے رب سے، قرآن جوڑتا ہے بندے کو اپنے پروردگار سے، اور جب یہ پڑھتا ہے قرآن یا سمجھتا ہے اور کھولتا ہے اور اس کی زبان پر اللہ کا کلام اور بول آتا ہے تو وہ عالم فرماتے ہیں: اس وقت میں یہ بندہ، بندہ نہیں رہتا، یہ مخلوق کے آداب سے، بندگی کے آداب سے نکل جاتا ہے۔ یہ کہیں اور پہنچ جاتا ہے۔ جس وقت ہماری زبان پر خالق کا کلام آتا ہے اس وقت میں جو ہمیں عروج نصیب ہوتا ہے، جو عالم بالا سے ہمارا تعلق قائم ہوتا ہے، جو اللہ سے ہمارا تعلق قائم ہوتا ہے، وہ تعلق ہمیں اس وقت چند لمحات کے لئے جب تک ہم قرآن کے اندر مشغول ہیں، وہ ہمیں بندگی سے اور مخلوق ہونے سے اور اس کے آداب سے نکال دیتا ہے۔ جب بندے کی زبان پر خالق کا کلام آتا ہے تو وہ بندہ پھر بندہ نہیں رہتا، وہ کسی اور جہاں میں پہنچ جاتا ہے۔ میں اس کی دلیل دیتا ہوں، ذرا تفصیل عرض کرتا ہوں، مگر اس سے پہلے آپ کو ایک بات بتا دیتا ہوں، عالم اسلام کے مشہور قاری تھے، قاری عبدالباسطؒ۔ وہ پاکستان آتے رہتے تھے۔ ایک دورے میں مجھے چند دن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی دورے میں وہ ڈیرہ غازی خان بھی تشریف لائے تھے، اور تلاوت بھی کی تھی، خیر المدارس بھی آئے تھے، تو میں نے ایک دن پوچھا: قاری صاحبؒ آپ بتائیے کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ کہنے لگے: مولانا

حنیف جالندھری! جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو میں اس جہاں میں نہیں ہوتا میں کسی اور جہان میں ہوتا ہوں۔ یاد رکھئے! قرآن اوپر کی چیز ہے، جب بندہ قرآن سے تعلق قائم کرتا ہے تو یہ قرآن اس کو نیچے فرش پر رہنے نہیں دیتا، اس کو اوپر لے جاتا ہے۔ جب اس کی زبان پر اللہ کا کلام اور بول آتا ہے وہ بندہ اس وقت میں جب تک قرآن میں مشغول ہے، وہ بندگی کے آداب سے نکل جاتا ہے، اس کو پوری زندگی کسی وقت بھی وہ عروج نہیں ملتا جو عروج اس کو قرآن کی تلاوت اور سمجھ کے وقت ملتا ہے۔ چنانچہ اب ذرا مثال سنئے! اس کی دلیل سنئے! نماز میں آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، رکوع میں کرتے ہیں یا سجدے میں کرتے ہیں یا التحیات میں کرتے ہیں، حالانکہ رکوع بھی تو عبادت ہے، سجدہ بھی تو عبادت ہے اور سجدہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ جس وقت میں بندہ سجدہ کرتا ہے تو گویا اس کا سر رب کے قدموں میں ہے۔ اس کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہے، گویا نماز کی حالتوں میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب حالت سجدہ ہے۔ اسی لئے آپ جہاں نماز پڑھنے کے لئے جگہ کو مخصوص کرتے ہیں اور ارادہ کر لیتے ہیں کہ یہاں سوائے نماز کی عبادت کے اور کچھ نہیں ہوگا، اس کو نام دیتے ہیں: مسجد، مسجد کا معنیٰ ہے: سجدے کی جگہ، کیا آپ وہاں جا کر صرف سجدے کرتے ہیں یا رکوع اور قیام بھی ہوتا ہے......؟ لیکن اس کا نام صرف مسجد کیوں ہے؟ اس کا نام رکوع کی جگہ کیوں نہیں؟ اس کا نام قیام کی جگہ کیوں نہیں؟ اس کا نام نماز کی جگہ کیوں نہیں؟ آپ اس کا نام رکھتے ہیں مسجد اور مسجد کا لفظی معنیٰ سجدے کی جگہ، کیوں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کو جب بندہ سجدہ میں ہوتا ہے، اس پر جتنا پیار آتا ہے اور کوئی ایسی حالت نہیں جس پر اتنا پیار آئے۔ اس لئے تسمیۃ کل باسم جز پوری جگہ مسجد، جس کے اندر تمام عبادتیں ہیں اس کا نام مسجد رکھا گیا ہے۔ سجدہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب، سجدہ عبادت بہت بڑی عبادت ہے۔ لیکن آپ دیکھئے رکوع بھی عبادت ہے، سجدہ بھی عبادت ہے، اور سجدہ اللہ کو بہت پسند بھی ہے، بندے کی بندگی کا اظہار بھی ہوتا ہے، التحیات تشہد کی حالت بھی اللہ کو پسند ہے، وہاں پر بھی آپ اور میں عبادت کرتے ہیں، تشہد پڑھتے ہیں، درود پڑھتے ہیں، وہ بھی عبادت ہے، لیکن ہم جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، قرآن کی تلاوت جو کرتے ہیں، سورۃ فاتحہ اور قرآن کی اور کوئی سورت یا اکیلی سورۃ فاتحہ جب بھی پڑھتے ہیں تو آپ بتائیے یہ ہم رکوع، سجدے یا قعدے میں پڑھتے ہیں یا قیام میں پڑھتے ہیں؟ قیام میں پڑھتے ہیں۔ کیوں؟ عقل یہ کہتی ہے کہ نماز کی حالتوں میں سب سے زیادہ محبوب حالت تو سجدے والی ہے تو قرآن کی تلاوت بھی سجدے میں ہونی چاہئے تھی، رکوع بھی اللہ کو محبوب ہے، اس میں ہوتی، اور التحیات کی حالت میں قرآن کی تلاوت ہوتی، لیکن نہیں! قرآن کی تلاوت اللہ تعالیٰ نے قیام میں رکھی، کیوں؟ نقطہ کیا ہے؟......تو سنیے! اللہ کے ناموں میں سے اللہ کا ایک نام "قیوم" بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام "الحی" بھی ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لئے قرآن کی تلاوت نماز کے اندر رکوع میں نہیں رکھی، سجدے میں نہیں رکھی، التحیات کی حالت میں نہیں رکھی، قیام میں رکھی ہے، ایک تو اس بات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ اے میرے بندے! یہ قرآن بڑا عظمت والا ہے جب تو جھکا ہوا ہو، یہ قرآن کی شان نہیں ہے کہ تو اس وقت قرآن

پڑھے، جب تیرا سر سجدے میں مٹی پر ہو، یہ قرآن کی عظمت کے خلاف ہے کہ تو اس وقت یہ قرآن پڑھے۔ جب تو بیٹھا ہو اس وقت قرآن پڑھے یہ قرآن کی عظمت کے خلاف ہے۔ جب تو کھڑا ہو اور پورے قد کے ساتھ کھڑا ہو تو قرآن کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ تو اس وقت قرآن پڑھ اور اس لئے بھی میں نے تجھے قیام میں قرآن پڑھایا کہ میں قیوم ہوں، قرآن بھی قیام میں ہوگا، تا کہ پتہ چلے کہ تو اب بندگی کے آداب سے نکل کے اوپر آچکا ہے۔ بندگی کا اظہار میں تجھ سے سجدے میں کرواؤں گا، بندگی کا اظہار میں تجھ سے رکوع میں کرواؤں گا، بندگی کا اظہار، عبدیت کا اظہار میں تجھ سے التحیات کی حالت میں کرواؤں گا، لیکن جب تیری زبان پر میرا بول ہوگا، میرا کلام ہوگا تو اس وقت پھر میری شانِ قیومی کا اظہار ہوگا، جب تو رکوع میں جائے گا تو بندے! میری معبودی والی شان ظاہر ہوگی، تو سجدے میں جائے گا، میری شانِ معبودیت کا اظہار ہوگا، تو التحیات میں بیٹھا ہوگا تو میری شانِ معبودیت کا اور تیری طرف سے عبدیت کا اظہار ہوگا۔ لیکن جب تو کھڑا ہوگا تو پھر شانِ قیومی کا اظہار ہوگا، اس وقت تو بندگی کی آداب سے نکل چکا ہے، تجھے عروج مل گیا ہے۔ اس لئے اللہ نے نماز کے اندر تلاوت رکوع، سجدے میں نہیں رکھی، قیام میں رکھی ہے اور میں نے کہا کہ جب بندہ تلاوت کرتا ہے قرآن میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت بندگی سے اوپر چلا جاتا ہے وہ کلام جس کا ہے اس کے پاس چلا جاتا ہے۔

دوسری مثال اسی دعوے کو سمجھانے کے لئے بیان کرتا ہوں: جب ہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو شریعت کا حکم ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہیں، یہ سلام حقیقت میں دعا ہے۔ سلام کرنے والا تین دعائیں دے رہا ہے اور جواب میں تین دعائیں لے رہا ہے۔ (۱)...... سلامتی ہو تم پر، (۲)...... اللہ کی رحمت ہو، (۳)...... برکت ہو تم پر، لیکن اگر کوئی شخص قرآن پڑھ رہا ہے اور قرآن کی تلاوت کر رہا ہے تو اس وقت میں جا کر اس کو السلام علیکم نہ کہو، کیوں؟ اس لئے کہ تم سلام کر کے دعا دے رہے ہو اور دعا بندے کو دی جاتی ہے۔ جب یہ قرآن پڑھ رہا ہے تو یہ بندگی سے اوپر نکل چکا ہے، ایمان تازہ ہو رہا ہے۔ یہ ہے رب کا کلام، سبحان اللہ! یہ اللہ کا کلام جب کسی بندے کی زبان پر آتا ہے تو چونکہ اللہ کا بول آیا ہے اب یہ بندہ بندگی سے نکلا ہے یہ اس کے آداب اور تقاضوں سے ماورا ہو گیا ہے۔..................

تیسری مثال دیتا ہوں: جب آپ کسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ اس امام کے پابند، اس کے مقتدی، پیرو کار، اس کے ماتحت بن کے کھڑے ہوتے ہیں یا آزاد بن کر۔ اپنی مرضی سے جائیں گے رکوع میں سجدے میں، جب دل کرے سلام پھریں گے یا جب امام جائے گا۔ آپ کب جائیں گے سجدے میں؟ آپ کتنی دیر بیٹھیں گے التحیات میں؟ آپ کب سلام پھیریں گے؟ بعض لوگ امام ابھی کھڑا ہوتا ہے، پہلے رکوع میں چلے جاتے ہیں، امام ابھی سے اٹھا نہیں ہوتا پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جلدی ہوتی ہے نا! اور ابھی امام سجدے میں نہیں گیا یہ پہلے سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ امام نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا یہ پہلے اٹھا لیتے ہیں، یاد رکھو، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، اور عقلاً بھی یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر تم رکوع سجدے پہلے کر لو لیکن جان تو اسی وقت ہی چھوٹے گی نا جب امام سلام

پھرے گا۔اس سے پہلے تو تمہاری جان چھوٹ نہیں سکتی، تو یہ جلدی جلدی کا اور جلد بازی کا فائدہ کیا ہوا تمہیں۔ مقتدی امام کے ماتحت اور اس کا پابند ہوتا ہے۔اب ذرا قربان جائیے امام اعظم ابوحنیفہ پر! کیا پیاری بات کہی ہے، وہ صرف فقیہ اور مجتہد ہی نہیں تھا، وہ عالم بالا کا بندہ بھی تھا، وہ روحانیت کا بھی تاجدار تھا، اس نے کبھی تہجد نہیں چھوڑی تھی...... وہ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میرا مسلک اور میرا قول اور میرا فتویٰ یہ ہے اور میں یہ کہتا ہوں جب کوئی ہاتھ باندھ کر امام کے پیچھے کھڑا ہو تو اس وقت میں وہ مقتدی ہے، وہ امام کا ماتحت ہے، وہ امام کا پابند ہے وہ امام کا نوکر ہے، وہ امام کا غلام ہے، اس نے امام کی مرضی کے مطابق نماز پڑھنی ہے، رکوع میں، سجدے میں جانا ہے، سارے کام امام کی پابندی سے کرنے ہیں، وہ ماتحت بن کے کھڑا ہے، وہ نوکر بن کے کھڑا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں، جب تک کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو وہ مقتدی پیچھے قرآن نہ پڑھے، کیونکہ قرآن امام ہے، قرآن اس زبان پر ہوگا جو کسی کے ماتحت نہ ہو۔ مقتدی کو قرآن نہیں پڑھنا چاہئے، وہ چپ خاموش کھڑا رہے، کیوں؟ قرآن امام ہے، قرآن کہتا ہے میں ماتحت کی زبان پر نہیں آؤں گا، میں امام کی زبان پر آؤں گا۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا بول ہے، یہ بندگی سے نکلا ہوا ہے، جب کوئی اللہ کا بول پڑھے گا، اب یہ مقتدی تو امام کے بندہ بن کے کھڑے ہیں، ظاہری معنیٰ، ظاہری طور پر، اور قرآن اس کی زبان پر آیا، گویا بندے کی زبان پر بندگی کر رہے ہیں اور قرآن تو جب آتا ہے تو وہ اس پڑھنے والے کو بندگی سے اوپر لے جاتا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی؟ کتنی پیاری بات کی امام صاحب نے۔تو میرے بھائیو! یہ قرآن اللہ کا بول ہے، یہ اللہ کا کلام ہے، یہ جب زبان پر آتا ہے تو جس وقت میں بندہ اس کو پڑھتا ہے یا مشغول ہوتا ہے، اس وقت میں وہ رب کے قریب ہو جاتا ہے، وہ اللہ کے قریب چلا جاتا ہے، وہ اپنے خالق کے قریب چلا جاتا ہے، سبحان اللہ! تو میرے بھائیو! میں نے پہلے گزارش کی قرآن کی عظمت کی، یہ موضوع تو بڑا طویل ہے۔

اب ہمارا آج درس شروع ہو رہا ہے تو سب سے پہلے ہے: ﴿اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم﴾ اس کا نام اور عنوان ہے استعاذہ اور اس کو تعوذ بھی کہتے ہیں۔اس کا لفظی معنی ہے پناہ مانگنا، پناہ چاہنا، کسی کی حفاظت مانگنا اور جب شریعت کی اور قرآن کی زبان میں جب لفظ تعوذ یا استعاذہ بولا جائے گا تو اس سے مراد ہوگا، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔اس کا نام اور عنوان اور ٹائٹل (TITLE) ہوا ''استعاذہ'' اور دوسرا نام اس کا ہے ''تعوذ'' اس کا لفظی معنیٰ ہے: پناہ مانگنا، پناہ چاہنا۔اور شریعت اور قرآن کی زبان میں اگر کہا جائے، بھئی ذرا تعوذ سناؤ، ذرا استعاذہ سناؤ، بھئی ذرا تعوذ پڑھو، ذرا استعاذہ پڑھو تو مراد یہ ہوگی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا ترجمہ ہے: ''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے''۔ یاد رکھو! جب کبھی آپ کوئی اچھا کام شروع کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلے بسم اللہ پڑھو۔اگر آپ کھانا کھانے لگے ہیں تو پہلے پڑھو، پانی پینے لگو، دودھ پینے لگو، چائے پینے لگو، بوتل پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو؟ آپ کوئی اچھا کام شروع کرنے لگے ہیں تو بسم اللہ پڑھو۔بسم اللہ پڑھو

گے تو برکت آجائے گی۔لیکن قرآن اتنی عظیم الشان، اللہ کی کتاب وکلام ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اور کوئی کام کرو تو اس کے لئے تو بسم اللہ پڑھ لو، تم کوئی کتاب پڑھو تو پہلے بسم اللہ پڑھ لو، کوئی کام کرنے لگو تو پہلے بسم اللہ پڑھ لو، جا کر صبح دکان کا دروازہ کھولو، کوئی بھی کام کا آغاز کرو، بسم اللہ پڑھ لو، لیکن یہ قرآن اتنا عظیم الشان ہے جب اس کو پڑھنے لگو تو صرف بسم اللہ نہیں پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔خود اللہ نے فرمایا: ﴿فاذاقرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم﴾ اگر میں ہدایہ پڑھوں، میں کافیہ پڑھوں، میں انگریزی، سائنس، ریاضی کی کوئی کتاب پڑھوں، علم کی کتاب ہے فن کی کتاب ہے تو میں بسم اللہ پڑھ کر شروع کردوں گا۔لیکن قرآن دنیا کی کتابوں سے نرالی اور مختلف ہے۔ اس کو میں شروع کروں گا، تو پہلے اعوذ باللہ پڑھوں گا، پھر بسم اللہ پڑھوں گا۔ یہ قرآن کا ادب ہے اور یہ حفاظت کا قلعہ ہے۔ ہمارے دادا حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت مجدد ملت دین حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل ہیں، وہ فرماتے تھے کہ

> ''اللہ کو اپنے بندے سے بڑا پیار ہے، اللہ کو معلوم ہے کہ جب میرا بندہ قرآن پڑھے گا تو میں اس کو بڑی عزتیں، عظمتیں، نعمتیں، مرتبے، بلندیاں عطا کروں گا اور اس کا دشمن شیطان ہے، اس کو تکلیف ہوگی، وہ سب سے زیادہ رکاوٹیں ڈالے گا، اس کے قرآن کی تلاوت میں، قرآن کی سمجھ میں، اس لئے اللہ نے بندے پر کرم کرتے ہوئے نسخہ بتادیا کہ پہلے تو اعوذ باللہ پڑھ لیا کر، تاکہ قرآن کی وجہ سے جو میں نے تجھے مرتبے عطا کرنے ہیں، شانیں عطا کرنی ہیں، شیطان اس میں رکاوٹ نہ ڈال سکے، شیطان سے کوئی اور نہیں بچا سکتا میں خدا ہی بچا سکتا ہوں''۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حفاظتی قلعہ بتادیا۔ پہلے پڑھ لو: ﴿اعوذ بالله من الشيطان الرجيم﴾ اور اس کے بعد ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔)

آج درس قرآن کا آغاز ہو رہا ہے تو دوسری ہم نے آیت پڑھی ہے، بسم الله الرحمن الرحيم، اُس کا نام تعوذ تھا، اُس کا استعاذہ تھا، اِس کا نام تسمیہ ہے، تسمیہ کا معنیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا، اور اس آیت کا ایک لقب اور بھی ہے۔ وہ ہے: آیتِ رحمت۔ بڑی پیاری بات بتانے لگا ہوں۔ قرآن میں داخل ہونے کا دروازہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ جیسے آپ اس مدرسے میں آئے گیٹ (GATE) سے۔ قرآن میں جب بندہ آتا ہے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے داخل ہوتا ہے اور وہ دروازہ رحمت والا دروازہ ہے۔ اللہ نے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا تھا، کہ میرے بندے جب قرآن کا دروازہ ہی رحمت والا ہے تو اندر کتنی رحمتیں ہوں گی۔............ جاری ہے

☆......☆......☆